© rasailojaraid.com

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

اجتہاد کی شرعی حیثیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ انسانی ضروریات اور انسانی ماحول ایک حالت پر قائم رہنے والی چیز نہیں ہے اور تمدنی ترقیات کے ساتھ ہی ساتھ انسانی ضروریات کا تبدیل ہوتے رہنا ضروری امر ہے' لہٰذا آپ نے بہت سی فرعی باتوں سے متعلق خود احکام صادر فرمانے مناسب نہیں سمجھے اور ان لوگوں کے فہم و فراست پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے جو قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری پیغمبر مانتے اور کتاب و سنت کے اصولی احکام کو واجب التعمیل جانتے ہیں۔ کتاب و سنت کے قوانین کو لازمی اور قابل عمل جاننے والوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اجتہاد و تفقہ سے کام لیں اور کتاب و سنت کی روشنی میں ضروری اور ہنگامی قانون بنائیں' اس کو فقہ اور قیاس کہتے ہیں اور مجتہد مصیب بھی ہو سکتا ہے اور مخطی بھی' لیکن اگر صاحب اجتہاد نے اپنی پوری طاقت اور وسعت صرف کی اور مع ہذا اس سے غلطی ہو گئی تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ وہ ماجور ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں سے ثواب کا مستحق ہو گا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حکم الحاکم فاجتہد و اصاب فلہ اجران و اذا حکم فاجتہد و اخطا فلہ اجر واحد۔

(بخاری ج ۲' ص ۱۰۹۲ و مسلم ج ۲' ص ۷۶ و مشکوٰۃ ج ۲' ص ۳۲۴)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرے اور اجتہاد کرتے ہوئے درست فیصلہ کرے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا۔ اگر اس سے خطا سرزد ہو تو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو ایک ہی اجر ملے گا۔"

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت اور مشقت کو ہرگز رائیگاں نہیں کرتا تو اجتہاد کرتے وقت جو تکلیف اور کاوش مجتہد کو ہوئی ہے' اللہ تعالیٰ اس پر اس کو ضرور ایک اجر مرحمت فرمائے گا اور اصابت رائے کی صورت میں ایک اجر اجتہاد کا اور ایک اصابت رائے کا اس کو حاصل ہو گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مجتہد صحیح معنی میں مجتہد ہو۔ ورنہ القضاۃ ثلاثۃ کی حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ جاہل آدمی کا فیصلہ اس کو دوزخ میں لے جائے گا۔ (رواہ ابو داؤد' ابن ماجہ' مشکوۃ ج ۲' ص ۳۲۴) اس صحیح روایت سے اجتہاد کا درست ہونا اور خطا کی صورت میں مجتہد کا معذور بلکہ ماجور ہونا صراحت سے ثابت ہوا۔ صرف بطور تائید و شاہد کے حضرت معاذ بن جبلؓ (المتوفی ۱۸ ھ) کی روایت بھی سن لیجیے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو اس وقت آپؐ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا کہ:

کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ قال اجتہد برایی ولا الو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ و قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ

(رواہ الترمذی و ابو داؤد و الداری' مشکوۃ ج ۲' ص ۳۲۴)

"تو کس طرح فیصلہ کرے گا جب تیرے سامنے کوئی جھگڑا پیش ہوا؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے موافق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں تجھے وہ بات نہ مل سکے؟ عرض کیا تو پھر سنت رسول اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ ہو؟ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے۔"

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۷۷۴ ھ) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: باسناد جید کما ہو مقرر فی موضعہ۔ (تفسیر ج ۱' ص ۳) اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روایت کی سند عمدہ اور کھری ہے جیسا کہ اپنے موقع پر ثابت ہے۔

اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کے اس جواب پر کہ اجتہد برایی (کہ میں قیاس اور رائے سے کام لوں گا) اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا اور اظہار مسرت کیا جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے فروعی قوانین کو منجمد رکھنا پسند نہیں فرمایا بلکہ ضرورت کے پیش نظر ایسے قوانین کو استقرائی رکھنا چاہا ہے تاکہ انسان کے قوائے دماغیہ کی نشو و نما اور انسانی ترقیات میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہو سکے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۳ ھ) کے پاس جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کو تلاش کرتے تھے، ورنہ اجتہاد سے کام لیتے تھے۔

ان ابا بکرؓ اذا نزلت به قضیه لم یجدلها فی کتاب الله اصلا و لا فی السنه اثرا فقال اجتهد برایی فان یکن صوابا فمن الله و ان یکن خطا فمنی و استغفر الله

(طبقات ابن سعدؒ ج ۳، ص ۱۳۶)

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر ان کو اس کی وضاحت نہ ملتی تو فرماتے، میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں، اگر درست ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہو گی ورنہ میری خطا ہو گی اور میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشہور تابعی قاضی شریحؒ (المتوفی ۸۵ ھ) کو خط لکھا۔ اس میں کتاب و سنت اور اجماع کے بعد خاص طور پر اجتہاد کرنے کا ذکر ہے۔ (دیکھیے مسند داری ص ۳۴ و مثلہ فی کنز العمال ج ۳، ص ۱۷۴)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بھی اجماع کے بعد قیاس اور اجتہاد کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ (مسند داری ص ۳۴) حضرت عبد اللہ بن عباس کا یہ معمول تھا کہ جب کتاب و سنت کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے کوئی ثبوت نہ مل سکتا تو قال فیه برایه (مسند داری ص ۳۳ و مستدرک ج ۱، ص ۱۲۷ و قالا صحیح علی شرطهما) اپنی رائے سے کام لیتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الغرض جمہور اہل اسلام قیاس شرعی کو صحیح اور حجت تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ نواب صاحب رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جمہور از صحابہؓ و تابعین و فقہاء و متکلمین باں رفتہ کہ اصلے از اصول شریعت است استدلال میرود بداں بر احکام وارده بسمع و ظاہریہ انکارش کرده اند" (افادة الشیوخ ص ۱۲۲)

"جمہور صحابہؓ و تابعینؒ اور فقہاء و متکلمین اس کے قائل ہیں کہ قیاس شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے' اس کے احکام وارده بسمع میں باقاعده استدلال صحیح ہے اور اہل ظاہر نے قیاس کا انکار کیا ہے۔"

اہل ظاہر کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ انہوں نے غلطی سے یہ سمجھا کہ غیر نبی کو یہ مقام کیسے حاصل ہو گیا کہ وہ دین کی باتوں میں دخل دے۔ اعتراض بظاہر بڑا معقول اور وزنی ہے مگر حقیقت سے بالکل دور ہے' اس لیے کہ موجب حکم مجتہد اور قائس کا قیاس و اجتہاد نہیں ہے بلکہ موجب اصل میں وہی شرعی دلیل ہے جو قرآن کریم اور حدیث وغیرہ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ مجتہد کا کام صرف اتنا ہے کہ مسکوت عنہ جزئی کی کڑی دلیل شرعی سے جوڑ دیتا ہے اور بس۔ چنانچہ مشہور فیلسوف اسلام علامہ ابن رشد ابو الولید محمد بن احمد (المتوفی ۵۹۵ ھ) لکھتے ہیں:

واما القیاس الشرعی فهو الحاق الحکم الواجب لشئ ما بالشرع بالشئ الذی اوجب الشرع له ذالک الحکم او لعلة جامعة بینهما۔

(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳)

"قیاس شرعی اس کو کہتے ہیں کہ جو حکم شریعت میں کسی چیز کے لیے ثابت ہو چکا ہے' اس حکم کو اس چیز کے اوپر بھی چسپاں کیا جائے جو مسکوت عنہ ہے' یا تو اس لیے کہ یہ اس کے مشابہ ہے اور یا اس لیے کہ ان دونوں میں علت جامعہ مشترک ہے۔"

نواب صاحبؒ اس کی تعبیریوں کرتے ہیں:

"و اما قیاس پس در اصطلاح فقہاء حمل معلوم بر معلوم است در اثبات حکم یا نفی او بامر جامع میان ہر دو از حکم یا صفت و اختاره جمہور المحققین" (افادة الشیوخ ص ۱۲۱)

مولانا حافظ محمد عبد اللہ صاحب روپڑی لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"جب انسان کو کوئی مسئلہ قرآن و حدیث سے صراحتاً نہیں ملتا تو وہ قرآن و حدیث میں اجتہاد و استنباط کرتا ہے اور وہ اجتہاد و استنباط قرآن و حدیث سے الگ نہیں کہلاتا' اسی طرح صحابی کے اس قول کو جو اجتہاد و استنباط کی قسم سے ہو' اس کو قرآن و حدیث سے الگ نہ سمجھنا چاہیے بلکہ قرآن و حدیث میں داخل سمجھنا چاہیے۔" (بلفظہ ضمیمہ رسالہ اہل حدیث ص ۷)

اجتہاد کی اہلیت

یہ بات طے شدہ ہے کہ اجتہاد کے لیے چند نہایت ضروری شرطیں ہیں' جن میں وہ نہ پائی جا سکیں ان کی بات ہرگز حجت نہیں ہو سکتی۔ حتیٰ کہ صوفیاء کرامؒ کی باتیں بھی شرعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتیں' الا یہ کہ وہ شریعت کے موافق ہوں۔ چنانچہ علامہ قاضی ابراہیم الحنفی (المتوفی حدود ۱۰۰۰ھ) لکھتے ہیں:

"اور جو عابد و زاہد اہل اجتہاد نہیں وہ عوام میں داخل ہیں۔ ان کی بات کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہاں اگر ان کی بات اصول اور معتبر کتابوں کے مطابق ہو تو پھر اس وقت معتبر ہو گی۔" (نفائس الاظہار ترجمہ مجالس الابرار ص ۱۲۷)

مجالس الابرار کی حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے بڑی تعریف کی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے کہ:

"عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست۔ ہمیں بس است کہ ما ایشاں را معذور داریم و ملامت نہ کنیم و مر ایشاں را بحق سبحانہ و تعالیٰ مفوض داریم۔ اینجا قول امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسف و امام محمد معتبر است نہ عمل ابوبکر شبلیؒ و ابو حسن نوریؒ۔"

"صوفیاء کی بات حل و حرمت میں سند نہیں ہے' یہی کافی ہے کہ ہم ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔ اس جگہ حضرت امام ابو حنیفہؒ' امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہو گا نہ کہ ابوبکر شبلیؒ اور ابو حسن نوریؒ جیسے صوفیا کرام کا۔" (مکتوبات دفتر اول' ص ۳۳۵' مکتوب ص ۲۳۶)

یہ بالکل ٹھیک ہے کہ دین کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہو چکی تھی مگر تکمیل دین کا یہ مطلب ہے کہ قواعد اور کلیات دین پورے طور پر مکمل ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چکے تھے، بعد کو پیش آنے والے واقعات اور حوادث کو ان اصول اور کلیات کے تحت درج کرنا اور انہی جزئیات کو کلیات پر منطبق کرنے کا نام قیاس و اجتہاد ہے، لیکن بسا اوقات جزئیات کا کلیات میں داخل کرنا کسی خاص عارضہ کی وجہ سے بعض لوگوں پر مخفی رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فروعی مسائل میں فقہاء اسلام کا اختلاف رہا ہے اور ایسے مواقع پر جو چیز اقرب الی الحق ہو، اس کو قبول کر لینا اور اس پر عمل کرنا نجات کے لیے کافی ہے، ہاں اگر قرآن و حدیث سے کوئی نص مل جائے یا اجماع پر اطلاع ہو جائے تو اس صورت میں قیاس سے رجوع کرنے میں ہرگز تامل نہیں ہونا چاہیے۔

> ہم شاہ صاحب کی امامت پر محض اس بنا پر زور دیتے ہیں کہ انہوں نے انسانی فکر کو از اول تا آخر ایک تاریخی تسلسل مرتب کر دیا ہے، جس کی وجہ سے ان تمام انبیاء کی تعلیم میں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے، فکری وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسانی فکر کی تدریجی ترقی کا تعین اور پھر قرآن سے اس کی مطابقت کرنا، یہ خصوصیت ہے شاہ ولی اللہ صاحب کے کمال علم کی، جو انہیں قدرت کی طرف سے ودیعت ہوئی۔ اور اسی بنا پر ہم انہیں امام مانتے ہیں۔
>
> جہاں تک ہمارا علم ہے، ہم نے کسی بڑے امام کے ہاں اس طرح کا جامع فکر جو تمام انبیاء کی تعلیمات کو ایک رشتہ خیال میں پرو دے اور ان میں تاریخی تسلسل اور تدریجی ارتقاء ثابت کرے، نہیں دیکھا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اگر شاہ صاحب کی اس حکمت کو تحقیق سے سمجھ لیا جائے تو قرآن عظیم تحت اللفظ پڑھ کر بھی سمجھ میں آسکتا ہے اور اس کی چنداں ضرورت نہیں رہتی کہ آدمی کسی زائد تفسیر کا محتاج ہو۔

© rasailojaraid.com